

## وحدانیت (مست توکلی)

# 13

### مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

الفاظ	مفہوم
وحدانیت	واحد ہونا، ایک ہونا، مراد ہے ”اللہ تعالیٰ کا واحد اور لاشریک ہونا“
دید	نظر، نگاہ، مراد ہے نظارہ
یکتا	اکیلا، بے نظیر
سطوت	شان و شوکت
ستار	پردہ پوشی کرنے والا
سماعت	گھڑی
مشفق	مہربان، شفقت کرنے والا
عصیاں	گناہ

(پورڈ 2011)

خلاصہ:-

اے اللہ تو اکیلا اور بے مثال ہے۔ کائنات کی بادشاہت تجھے زیب دیتی ہے۔ تو اگر عذاب دینا چاہے تو ہر طرف تیرے رعب کا چرچا ہو اور اگر تو رحمت پر آجائے تو تیرے جیسا مہربان کوئی نہیں ہے۔ اے پردہ رکھنے والے! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں سو قیامت کے لمحات میں مجھے اپنے دیدار کی دولت سے نواز۔ اگرچہ میں مجنوں کی طرح دیوانہ ہوں اور میں سرتاپا گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں لیکن میں پھر بھی تیری رحمت کے حصول کا جنوں رکھتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

شعر نمبر 2,1: اے خدا، تو ہے واحد و یکتا  
ہے یہ شہانی فقط تجھے زیبا  
تو اگر قہر پر اتر آئے  
تیری سطوت کا ہی رہے چرچا

تشریح: اللہ تعالیٰ وحدۃ لاشریک ہے۔ اس کائنات کا اقتدار اسی کو چلتا ہے۔ اگر وہ جلال میں آجائے تو پھر مخلوق میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کے جلال کا سامنا کر سکے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ جب ہر شے مٹ جائے گی تو ایک صدا بلند ہوگی کہ اب کس کی حکومت ہے تو جواب آئے گا کہ اللہ

واحد و قہار کی حکومت ہے۔ ذات الہی وہ ہے جو ارادہ کرتی ہے ہو جاتا ہے۔ جو ”کن“ کہے تو ”فیکون“ کی منزل آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اکیلی اور تنہا ذات ہے۔ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔ کائنات کی ہر چیز کو پیدا کرنے والا، شکل دینے والا، روزی دینے والا، زندگی اور موت دینے والا، عزت اور ذلت دینے والا اور بادشاہت دینے والا وہی ہے۔ چوں کہ کائنات کی ہر چیز اُس کی محتاج ہے اُس کی مرضی، فیصلے اور حکم کی تابع ہے اس لیے کائنات میں اُس کے سوا کوئی بھی بادشاہت یا بندگی کے لائق نہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قل اللهم مالک المملک تؤتی المملک من تشاء وتنزع المملک ممن تشاء ۝

”کہہ دو اے ہمارے اللہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، تو جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے“ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی یکتا ہے اور صفات میں بھی۔ وہ وہی ہے جو اول و آخر ہے۔ وہ ماضی، حال، مستقبل کی ایک ایک چیز سے باخبر ہے۔ وہ ہر عیب اور کمی سے پاک ہے۔ نہ اُس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ نہ وہ کوئی چیز بھولتا ہے اور نہ ہی اُسے دھوکا ہوتا ہے۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ جیسی ذات اور صفات کسی میں بھی نہیں پائی جاتیں اس لیے کائنات کی بادشاہت کا مستحق بھی وہی ہے اور یہ بادشاہت بھی صرف اُسے ہی زیب دیتی ہے۔ اقبال <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> کا کہنا ہے:

سروری زیبا فقط، اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے  
حکمران ہے اک وہی باقی بتانِ آ زری

جس طرح وہ اپنی شفقت و مہربانیوں میں بے مثل ہے۔ اسی طرح اس کا قہر بھی بے مثال ہے۔ انسانی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو بے شمار مثالیں ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کے جلال کی آتی ہیں۔ فرعون جو اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا دریا ئے نیل کی موجوں کی پلیٹ میں اس طرح آیا کہ ہمیشہ کے لیے عبرت کا نشان بن گیا۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجسم جیسی حقیر مخلوق کو اس پر مسلط کر دیا اور وہ نیست و نابود ہو گیا۔ شدا کو اپنی بنائی ہوئی جنت دیکھنے کی مہلت نہ دی۔ ابراہیم جو ہاتھیوں کا لشکر لے کر آیا۔ اباہیلوں کے ذریعے چھوٹی چھوٹی کنکریاں ان پر برسا کر انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح <sup>علیہم السلام</sup> کو عذاب دینے کے لیے زمین اور آسمان سے اتنا پانی نکالا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں تک سب کچھ ڈوب گیا۔ حضرت صالح <sup>علیہ السلام</sup> کی قوم ثمود کو جب اُس نے تباہ کرنے کا ارادہ کیا تو ایک ہی خوفناک چیخ نے اُن کا کام تمام کر دیا۔ اُس نے قوم عاد پر سات راتیں اور آٹھ دن ایسی تیز ہوا چلائی کہ وہ باوجود اپنے مضبوط بدن کے نیست و نابود ہو گئے۔ قوم لوط کی طرف اُس نے ایسا فرشتہ بھیجا جس نے اُن کی بستی اُلٹ دی اور اُن پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ اُس نے اصحابِ سبت کو خنزیر اور بندر بنا دیا۔ غرض جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینا چاہتا ہے تو اُس کا عذاب بہت شدید ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

”بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے“

مست تو کلی کا موقف یہ ہے کہ اگر ذاتِ باری تعالیٰ اپنا قہر نازل کرنے پر آجائے تو پھر کسی میں یہ ہمت نہیں کہ اللہ کے قہر کا سامنا کر سکے۔

شعر نمبر 3, 4, 5:

اور	اگر	رحمتوں	پہ	ماکل	ہو
کوئی	مشفق	نہیں	ترے	جیسا	
قہر	و	رحمت	پہ	قادر،	اے
میرا	مقصد	ہے	بس	ترا	جلوا
جب	قیامت	کی	آئے	گی	ساعت
دید	سے	اپنی	بہرہ	ور	فرما

تشریح: اللہ تعالیٰ اگر رحمت فرمائے تو اُس جیسا کوئی رحیم نہیں ہے۔ عذاب اور رحمت پر قدرت رکھنے والے، ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالنے



والے میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ جب قیامت کے لمحات آئیں تو مجھے اپنے دیدار کی دولت سے نواز۔  
انسانی فطرت ہے کہ وہ کسی بھی صفت کے کم و بیش کا اندازہ کسی نسبت سے کرتی ہے۔ انسانی رشتوں میں ماں کا رشتہ ایسا رشتہ ہے جو شفقت و مہربانی کے حوالے سے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ماں اولاد کو خواب میں بھی پریشان دیکھے تو اس ہو جاتی ہے لیکن ہمارے مشاہدے میں ہے کہ نہ جانے کتنی مائیں ایسی بھی ہیں جو اولاد کو بے یار و مددگار چھوڑ جاتی ہیں۔ جو اولاد کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں لیکن خدا کی مہربانی اور شفقت ایسی نہیں۔ وہ اپنے پرانے دوست دشمن سبھی کو اپنی نعمتوں سے بہرہ مند کرتا ہے۔ مخلوق میں سے ہر کوئی دوسرے کے ساتھ اسی وقت اچھی طرح پیش آتا ہے، مہربانی کرتا ہے جب تک وہ اس کی بات مانے، ممنون رہے یا جو اباً مہربانی کرتا رہے۔ جب کہ خدا کی مہربانی اس طرح کے تقاضوں سے بالاتر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

”اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔“  
و رحمتی وسعت کل شئی ۵

اللہ کی ذات اپنے دشمن کو ہر وقت معاف کرنے کو تیار رہتی ہے۔ فتح مکہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اہل مکہ میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی بھی موجود تھا، ہندہ بھی تھی، جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کان اور ناک کاٹ کر ہار بنا کر گلے میں پہنا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر چبانے کی کوشش کی لیکن جو معافی کا طلب گار ہوا اسے معاف کر دیا گیا۔ فرعون جو ڈوبتے وقت حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے معافی کا خواستگار ہوا اس کے لیے بھی کہا کہ اگر مجھ سے معافی مانگتا تو میں معاف کر دیتا۔

موتی سمجھ کے شان کریں نے چن لیے  
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ وہ دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے لیکن وہ ستار العیوب ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی غلطیوں، اس کے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ انھیں ظاہر نہیں کرتا۔ مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسا غصہ، قہر اور سزا کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جیسی رحیم اور کریم ہستی بھی نہیں ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے بھی رہنا چاہیے اور اللہ کی رحمت کا اُمیدوار بھی ہونا چاہیے۔ ایمان والوں کا راستہ اُمید اور خوف کے درمیان ہے۔ بقول خواجہ میر درد:

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب کا  
اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا

اللہ تعالیٰ عذاب دینے اور معاف کرنے دونوں پر قادر ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی

ہے کہ

”بے شک تیرا رب مغفرت کرنے والا اور سخت عذاب دینے والا ہے“

مست تو کلی کا موقف یہ ہے کہ اے اللہ تو قہر و رحمت دونوں پر قادر ہے۔ میں تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں اور تیرے غصے اور عذاب سے پناہ چاہتے ہوئے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جب قیامت کی گھڑی آئے تو مجھے تو اپنے دیدار کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے گا۔ انسانی فطرت ہے کہ انسان جس ہستی سے محبت رکھتا ہے اسے اپنی آنکھوں کے روبرو دیکھنا چاہتا ہے۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اللہ تعالیٰ سے دیدار کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ یہ مضمون اقبال رضی اللہ عنہ کی شاعری میں کثرت سے موجود ہے۔ اقبال رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

دنیا میں کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔ لاتندر کہ الابصار ۵ ”آنکھیں اُس کو نہیں پاسکتیں۔“ روزِ قیامت جب سورج، چاند

اور تارے بے نور ہو جائیں گے تو آسمان پھٹے گا اور اُس میں دروازے بنیں گے۔ میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے اور زمین اللہ کے



نور سے روشن ہو جائے گی۔ بہت سے چہرے اُس دن اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر تروتازہ ہو جائیں گے۔ وجوہ يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة ۵  
 ”کئی چہرے اُس دن اپنے رب کو دیکھتے ہوئے کھل اٹھیں گے۔“ مست تو کلی بارگاہ خداوندی میں اسی خاص مہربانی کے لیے التجا کر رہے ہیں کہ  
 روز قیامت جب آپ جلوہ افروز ہوں تو ان آنکھوں کو آپ کا دیدار نصیب ہو۔

شعر نمبر 7,6:

مثل مجنوں کے ہوں جنوں سماں  
 میرا پیکر گنہ میں ہے ڈوبا  
 باوجودیکہ ہوں عصیاں سے  
 تیری رحمت کا پھر بھی ہے سودا

تشریح: میں مجنوں کی طرح تیری محبت میں دیوانہ ہوں۔ میرا رواں رواں گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ لیکن میں پھر بھی رحمت خداوندی کے حصول  
 کا جنوں رکھتا ہوں۔ جس طرح مجنوں لیلیٰ کو تلاش کرتا رہا ہے۔

انسان نسیان سے ہے جس کا مطلب ہے ”بھولنے والا“۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ عربی مقولہ ہے کہ انسان ہر اُس چیز کا حریص ہے جس  
 سے اُسے منع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو انسان کو گناہوں سے منع کیا ہے اور دوسری طرف اُسے آزمانے کے لیے گناہوں میں کشش اور  
 لذت رکھی ہے۔ انسان شیطانی و نفسانی خیالات سے متاثر ہو کر گناہوں کی دلدل میں پھنسن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے گناہوں کی وجہ سے  
 مجرور میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ انسان کو گناہوں کی سزا نہیں دیتے۔ قرآن میں ہے کہ ”اگر اللہ لوگوں کو گناہوں کی وجہ  
 سے پکڑنے لگے تو زمین پر ایک شخص بھی باقی نہ بچے۔“ غرض یہ کہ انسان کے گناہوں کی فہرست بہت طویل ہے۔

انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر واضح کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ ہم اسے زمین پر اپنا جانشین بنا کر  
 بھیج رہے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جنوں اور انسانوں کو ہم نے فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ انسانی زندگی عبادت میں اس وقت ڈھلتی  
 ہے جب وہ اطاعت اللہ اور رسول کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ انسان ظالم اور جاہل واقع  
 ہوا ہے۔ اپنی جہالت اور ظلم کی وجہ سے انسان خسارے میں رہتا ہے لیکن اس کے سامنے جب عدل الہی آتا ہے تو وہ اللہ کے دامن رحمت میں پناہ  
 لینے کا آرزو مند ہوتا ہے۔ اقبال رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی  
 مرے جرم خانہ خراب کو، ترے عفو بندہ نواز میں

مست تو کلی کا موقف یہ ہے کہ میں بری طرح گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہوں۔ میری زندگی غلطیوں پر غلطیاں کرتے ہوئے گزری ہے لیکن  
 میں رحمت خداوندی سے مایوس نہیں بلکہ اس طرح اس کا متلاشی ہوں جیسے مجنوں لیلیٰ کے محل کو ڈھونڈنے میں مصروف رہتا تھا۔ مجنوں جس کا نام قیس  
 تھا عرب قبیلہ بنی عامر سے تعلق رکھتا تھا۔ نخلستان میں جب اُس نے لیلیٰ کو دیکھا تو وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو اُس نے لیلیٰ، لیلیٰ  
 پکارتے ہوئے صحراؤں کا رخ کر لیا۔ فارسی اور اردو شاعروں کی روایت میں مجنوں کی یہ تلاش مثالی حیثیت رکھتی ہے کہ اس تلاش میں اس نے اپنا  
 وجود ختم کر لیا۔ آخری لمحے تک وہ مایوس نہ ہوا بلکہ اپنی تلاش جاری رکھی۔ مست تو کلی بھی رحمت خداوندی سے مایوس نہیں ہوتے بلکہ توقع رکھتے ہیں  
 کہ اس کی مہربانیاں شامل حال ہوں گی اور اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہو جائے گی۔